Oriental College Magazine, Century Number, Vol.100, No. 02-04,
Serial No. 376-378, 2025

مسعود سعد سلمان کی حبسیہ شاعری میں تصویر سازی کا جائزہ

افشاں منیر خان
ایم۔فل ریسرچ اسکالر فارسی، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
محمد ناصر، پی ایچ ڈی
صدرِ شعبۂ فارسی، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

Analysis of Imagery in Prison Poetry of Masood Saad Salman

Afshan Munir Khan
MPhil Research Scholar Persian
University of the Punjab, Lahore

Muhammad Nasir, PhD
Chairman Department of Persian
University of the Punjab, Lahore

Abstract

The distinguished and gifted poet of Ghaznavid era, Masood Saad Salman (1046-1121 AD) spent most of his life in prison. That is why his prison poetry holds an extraordinary place in the Persian literary history. The main objective of this article is to study the concepts and imaginations in his Persian poetry. Emotions and feelings determine the psychological aspects of the human being and help us to review the poetical ideas. In poetry, the use of eloquence is important in the creation of literal images. The four elements of rhetoric include simile, metaphor, authoritative sender, and allegory. The use of similes and metaphors in Masood's poetry is relatively high, while metaphor is rare. Simile is the basic element of imagination in Persian poetry. Masood Saad Salman has expanded the scope of his similes by taking advantage of his environment. The pictures taken in the reduced atmosphere of the prison are rare and real. Despite the hardships of imprisonment, he seems to be trying to gain the attention of the rulers by creating unique ideas and painting a painful picture of his situation.

Keywords:

Masood Saad Salman, Eloquence, Imagery, Metaphor, Simile, Allegory, Poetic paintings.

مسعود بن سعد بن سلمان (۱۰۴۶۔۱۱۲۱عیسوی) غزنوی دور کے مشہور شاعر تھے۔(۱) آپ کے اجداد کا تعلق ہمدان سے تھا، جنھوں نے ہجرت کر کے لاہور میں سکونت اختیار کی۔(۲) مسعود سعد جیسا پڑھا لکھا ادیب اور ہنر مند سخن شناس حاسدوں کی سازشوں کے نتیجے میں طویل عرصے تک قید و بند کی شدید صعوبتوں کا شکار رہا۔ اس نے کم و بیش سات سال قلعہ سو، تین سال قلعہ نای اور آٹھ سال قلعہ دہک میں گزارے۔ درج ذیل شعر میں مدتِ قید کو یوں بیان کرتا ہے:

ہفت سالم بہ کوفت سو و دہک　　　　پس از آنم سہ سال قلعہ نای (۳)

ترجمہ: میں سات سال تک سو و دہک میں قید رہا، اس کے بعد تین سال سے یہاں قلعہ نای میں ہوں۔

مسعود سعد جیسا علم و ادب کا دلدادہ شخص زندان میں بھی دانش و حکمت کے موتی چنتا اور شعر و سخن کے دیپ روشن کرتا رہا۔ قلعہ دہک میں اس کی ملاقات بہرام نامی ایک ستارہ شناس سے ہوئی اور اسی سے علم نجوم بھی سیکھا۔(۴) اس کا دیوان مختلف غزنوی بادشاہوں من جملہ ابراہیم بن مسعود(۱۰۳۳۔۱۰۹۹ء)، دور حکومت (۱۰۵۸۔۱۰۹۹ ء)؛ مسعود بن ابراہیم (۱۰۶۱۔۱۱۱۵ء) دور حکومت (۱۰۹۹۔۱۱۱۵ء)؛ ارسلان بن مسعود (۱۱۰۱۔۱۱۱۸ء)، دور حکومت (۱۱۱۴۔ ۱۱۱۷ء) اور بہرام شاہ بن مسعود (۱۰۸۴۔۱۱۵۷ء)، دور حکومت (۱۱۱۷۔۱۱۵۷ء) اور چند مخصوص درباریوں کی مدح پر مشتمل ہے۔

مسعود سعد نے سب سے زیادہ قصاید ابراہیم بن مسعود کی مدح میں کہے ہیں کیونکہ اسے باپ کی طرف سے ہندوستان کی حکومت سونپی گئی تھی اور مسعود سعد آغاز جوانی سے ہی مسعود بن ابراہیم کے ندیمانِ خاص میں شامل تھا۔ (۵) اس کے ہمعصر شعرا میں امیر معزی (۱۰۴۸۔۱۱۲۵ء)، سنائی غزنوی (۱۰۸۰۔۱۱۳۲ء)، رشیدی سمرقندی (بارہویں صدی عیسوی)، ابوالفرج رونی (گیارہویں صدی عیسوی) اور عثمان مختاری (گیارہوں صدی عیسوی) جیسے شعراء شامل ہیں۔(۶)

تذکروں میں درج ہے کہ مسعود سعد سلمان نے عربی، فارسی اور ہندی میں تین دیوان ترتیب دیے، لیکن عربی اور ہندی کے دیوان تو دستبرد زمانہ کی نذر ہو چکے۔(۷) فارسی دیوان میں تقریباً اٹھارہ ہزار اشعار پر مشتمل ہے، جن میں قصاید، قطعات، رباعیات، شہر آشوب اور کچھ غزلیات بھی شامل ہیں۔(۸) ۸۳ غزلیات اس کے دیوان کا حصہ ہیں۔(۹) اس کے دیوان میں پچاس کے قریب قطعات ایسے ہیں جنھیں حبسیات کا نام دیا گیا ہے۔(۱۰)

مسعود سعد کا شعری اسلوب نہ تو فردوسی (۹۴۰۔۱۰۲۵) کی طرح خراسانی ہے اور نہ ہی سعدی (۱۲۱۰۔۱۲۹۱) کی طرح عراقی، بلکہ ان کے بین بین ہے۔(۱۱) بطور مجموعی ناقدانہ جائزہ لیتے ہوئے اس کی شاعری کو واضح طور پر دو ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، پہلا دور خوشحالی و آزادی کا ہے، جبکہ دوسرے دور

کے اشعار شکوائیہ ہیں، جو زندان میں کہے گئے ہیں۔(۱۲) لفظی تصاویر اور خوبصورت تشبیہات مسعود سعد سلمان کے کلام میں بکثرت ہیں۔(۱۳) زندان کی دردناک خاموشی، کربناک خود فراموشی اور بلند و بالا دیواروں کا خوفناک حصار، جس کے پار دیکھنا ناممکن تھا، مسعود سعد کی ذہنی کیفیات کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔ البتہ دلچسپ امر یہ ہے کہ شاعر نے ذاتی سرگزشت کے علاوہ زندان سے باہر کے مناظر کی روشن تصویر کشی بھی اسی مہارت سے کی ہے۔(۱۴) فارسی زبان کی حبسیہ شاعری میں مسعود سعد سلمان کو خاص اہمیت حاصل ہے کیونکہ اس نے پہلی بار حبسیہ اسلوب کو رواج دیا، اس کے اشعار زندان میں کہے جانے کے باوجود لطیف تشبیہات اور دلنشیں استعارات سے خالی نہیں ہیں۔(۱۵)

علم نجوم اور بعض دیگر فنون سے متعلق تصاویر اس کی شاعری میں بخوبی دیکھی جا سکتی ہیں۔ اس کے ہاں غالباً قید و بند کی علامت کے طور پر رات کی متعدد صفات کو بیان کیا گیا ہے۔ علم نجوم سے دلچسپی کے پیش نظر آسمان اور متعدد ستاروں کی لفظی تصویریں اس کی شاعری کو ایک خاص رنگ بخشتی ہیں:

ہمیشہ جوزا در آسمان کمربستہ ست — از آنکہ خدمت رای تو می کند جوزا (۱۶)

ترجمہ: ہمیشہ جوزا آسمان پر کمر بستہ رہتا ہے تاکہ جوزا تیری اطاعت کر سکے۔

شاعر کی نظر میں جوزا ایک انسان کی مانند ہے (تجسیم)، اور یوں ایک دلکش تصویر ہمارے روبرو مجسم ہو جاتی ہے۔

ای آفتاب حسن، ترا آفتاب — سجدہ برد ہچو من از آسمان (ایضاً)

(اے آفتاب حسن، تجھے آفتاب بھی میری ہی طرح آسمان سے سجدہ کرتا ہے۔) جس طرح سورج آسمان کا حکمران اور محور و مرکز ہے، نظام شمسی کے سبھی سیارے بشمول زمین اسی کے گرد محو طواف رہتے ہیں، اسی طرح ہمارے شاعر کا ممدوح بھی حسن و زیبائی کا آفتاب ہے، یہاں تک کہ خود آفتاب مسعود سعد کے ممدوح کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے۔ آفتاب حسن: اضافہ تشبیہی، تشبیہ بلیغ اور خود آفتاب تجسیم ہے۔

ای ذات تو شمس و ذات ہا انجم — وی ملکت تو کُل و ملک ہا اجزا (ایضا)

ترجمہ: تیری ذات سورج اور تیرے آس پاس سبھی ستارے ہیں، تیری سلطنت کُل ہے اور دیگر تمام ممالک اسی کے اجزا ہیں۔

شاعر نے ممدوح کو سورج اور اس کے درباریوں کو ستارے قرار دیا ہے، اور ان تشبیہات کی مدد سے ممدوح کو کائنات کا مرکز و محور بنا ڈالا ہے۔ مزید یہ کہ کُل اور جز یعنی صنعت تضاد کا بھی دلکش استعمال کیا ہے۔

آسمانی است بر جہان ہنر — آفتابی است در میان سپاہ (ایضاً)

ترجمہ: تو ہنر کے جہان پر ایک آسمان ہے، اور سپاہیوں کے درمیان سورج ہے۔

شاعر اپنے ممدوح کو دنیائے فن کا آسمان قرار دیتا ہے، اور میدان جنگ میں جہاں شمشیر زن اپنا ہنر آزماتے ہیں، چمکتے ہوئے سورج کی طرح ہے۔ یہاں بھی مسعود سعد نے دو تشبیہات کی مدد سے اپنے ممدوح کی دل کھول کر ستائش کی ہے۔

بہرام روز کوشش وناہید وقت بزم　　　برجیس روز بخشش وخورشید روز بار (ایضا)

ترجمہ: بہرام اس کے روزِ سماعت اور ناہید وقتِ محفل، برجیس روزِ بخشش اور سورج روزِ بار۔

مسعود سعد کے ہاں کائنات کی ہر شے جاندار اور کسی نہ کسی کردار کی حامل ہے۔ مذکورہ بالا شعر میں بھی تجسیم کی عمدہ مثالیں ملتی ہیں۔ پانچویں آسمان کا ستارہ بہرام ہو یا زہرہ، جسے ناہید کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے اور جو خوبصورتی کی علامت ہونے کے ساتھ ساتھ حسن و محبت کی دیوی بھی کہلاتی ہے، خوش بختی کا استعارہ مشتری ہو جسے برجیس بھی کہا جاتا ہے اور قاضی فلک بھی، یا پھر خورشید جو بجا طور پر جہانِ آسمان کا حکمرانِ مطلق ہے، مسعود کی شاعری میں سبھی محو گفتگو اور مصروف کار دکھائی دیتے ہیں۔

ای بزرگی کہ بر سپہرِ شرف　　　رایِ تو آفتاب مشہور است (ایضاً)

ترجمہ: اے عظیم تر (ممدوح) کہ آسمان عظمت پر تیری رائے سورج (کی طرح) مشہور ہے۔

یعنی مسعود سعد کی رائے میں اس کا ممدوح شوکت و حشمت کے آسمان پر کسی درخشاں سورج کی طرح مسلط و محیط ہے۔ (سپہر شرف: اضافہ تشبیہی، تشبیہ بلیغ)

بر آورد خُورشیدِ زرّین حسام　　　فُرو رفت مَہ ہمچو سیمین سپَر (ایضاً)

ترجمہ: جب سنہرے سورج نے تیز دھار شمشیر بے نیام کی و چاند چاندی کی ڈھال کی طرح ڈوب گیا۔

شاعر نے طلوع آفتاب اور غروب ماہ کے سہانے منظر کو کس مہارت اور خوبصورتی سے لفظوں میں ڈھالا اور تصویر کشی کی ہے کہ قاری خود کو اس منظر کا حصہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ سورج کسی جانباز کی طرح کاٹ دار تلوار کو نیام سے باہر نکالتا ہے (تجسیم، حسن تعلیل) اور چاند کو چاندی کی ڈھال سے تشبیہ دیتے ہوئے دلنشیں تصویر مجسم کی گئی ہے۔

گو تا من از تو دُورم و دُور از تو گشتہ ام　　　بریان بر آتش غمِ ہجر تو چون کباب (ایضاً)

ترجمہ: جب سے میں تم سے دور ہوں، اور دور ہو گیا ہوں، تیرے ہجر کے غم کی آگ میں کباب کی طرح بھن گیا ہوں۔

شاعر اس شعر میں جدائی کے منظر کو بیان کرتا ہے۔ وہ اپنے ممدوح کی جدائی کے غم میں جل کر کباب کی طرح ہو گیا ہے۔ (آتش غم ہجر: اضافہ تشبیہی، تشبیہ بلیغ)

بارِ جُودَش نشست بر دینار　　　زان رُخَش زرد و پشت مکسور است (ایضاً)

Oriental College Magazine, Century Number, Vol.100, No. 02-04,
Serial No. 376-378, 2025

ترجمہ: اس کی سخاوت کا بوجھ دینار پر براجمان ہو گیا، پس اسی بنا پر اس کا چہرہ زرد اور کمر گھسی ہوئی ہے۔

ممدوح کی سخاوت وفیاضی کو بیان کرنے کے لیے کیا خوب تصویر تخلیق کی گئی ہے کہ اس کی دریادلی کے بوجھ سے سونے کے سکے کا رنگ پیلا پڑ گیا اور کمر جھک گئی ہے۔۔(بار جود: اضافہ تشبیہی، تشبیہ بلیغ؛ دینار: تجسیم؛ دلکش تصویر، حسن تعلیل کی عمدہ مثال)

ناگاہم تیرِ غمزہ زد بر دل　　　زان ابروئِ چفتہ ی کمان آسا (ایضاً)

ترجمہ: تیری کمان جیسی خمیدہ ابرو نے اچانک میرے دل پر غمزے کا تیر چلایا۔

اس شعر کی خوبصورتی بھی ملاحظہ ہو، تیر غمزہ، تشبیہ بلیغ اور ابروئے کمان آسا بھی تشبیہ ہے۔ نازو ادا کا تیر چلانا دل لبھانے اور فریفتہ کر دینے کے لیے بطور کنایہ استعمال ہوا ہے۔ تشبیہات اگرچہ پیش پا افتادہ اور کنایہ بھی کہنگی کا حامل ہے لیکن تصاویر کی دلکشی بر قرار ہے۔

جانِ من نُقطہ ای است گوئی راست　　　زان کہ سرگشتہ تر زِ پَرکارم (ایضاً)

ترجمہ: میری جان ایک نقطہ ہے، گویا بالکل راست، کیونکہ میں پرکار سے بڑھ کر سرگرداں ہوں۔

مسعود سعد کا علم نجوم کے ساتھ ساتھ علم ریاضی میں بھی دلچسپی تھی، جس کا ثبوت اس کے اشعار میں اعداد و شمار اور بالخصوص پرکار کے ذکر سے ملتا ہے۔ مذکورہ بالا شعر میں شاعر تشبیہ کا استعمال کرتے ہوئے قید و بند میں اپنی جسمانی کمزوری، بے بسی، کسمپرسی اور بے مائیگی کا ذکر کرتا ہے۔ سرگردانی، لاچاری اور بے بسی کی مثال پرکار سے بڑھ کر بھلا کیا ہو سکتی ہے۔

نیست بس دیر کہ چون پنبہ بُد از برف زمین　　　تا ہمی گفتی چون اَبر خزان حلاج است (ایضاً)

ترجمہ: بہت دیر نہیں ہوئی کہ جب زمین برف کے گالوں سے پنبہ زار یعنی روئی کا ڈھیر بن گئی تھی، تا کہ تم یہی کہتے رہو کہ خزاں کا بادل روئی دھنے والا ہے۔

اس شعر میں شاعر نے برف کو روئی (تشبیہ) اور ابر خزاں کو روئی دھننے والا (تجسیم) قرار دیتے ہوئے منفرد تصاویر تخلیق کی ہیں ۔

پنجہ ی سرو و شاخِ گُل گویی　　　دَست مفلوج و پای مقرور است (ایضاً)

ترجمہ: سرو کے پنجے اور پھول کی شاخ، گویا ہاتھ مفلوج اور پاؤں ساکن ہیں۔

"پنجہ سرو"، اضافہ استعاری، استعارہ مکنیہ، تجسیم کی عمدہ مثال ہے۔ شاعر نے موسم سرما کی شدت کو بیان کرنے کے لیے دلکش تراکیب کی مدد سے انتہائی حسین تصاویر پیش کی ہیں۔

روزم شب است و در شبِ تاریِ من　　　بیدار ہم چُو اختر بر محوَر (ایضاً)

ترجمہ: میرا دن رات ہی ہے اور رات کی تاریکی میں ستارے کی طرح بیدار اور سرگرداں ہوں۔

شاعر کے لیے شب وروز میں کوئی فرق نہیں، وہ اندھیری رات میں کسی ستارے کی طرح جگمگاتا اور محوِ گردش رہتا ہے۔ یوں دن کو رات قرار دیتے ہوئے تشبیہ و تضاد کا سہارا بھی لیتا ہے اور اپنی بدنصیبی کا رونا بھی روتا ہے، چونکہ کسی ستارے کی طرح اس کے نصیب بھی رات کی نیند ہے نہ کسی پل کا قرار۔

سپہ گردان از کارزارِ اُو خیرہ　　　نجومِ تابان اندر حسامِ اُو حیران (ایضا)

تعریف کا انداز دیکھیے کہ آسمان کی سپاہ بھی میدان کارزار میں اس کی جرأت و دلیری سے خیرہ، اور دمکتے ہوئے ستارے بھی اس کی کاٹ دار تلوار سے ششدر و حیران ہیں۔ یہاں بھی آسمان (گردان) اور چمکتے ستاروں (نجوم تابان) کو انسان ہی قرار دیا گیا ہے۔ (تجسیم)

اگر نبودی تیمار آن ضعیفہ زال　　　کہ چشم ہاش چُو ابر ست و اَشک چون باران (ایضاً)

ترجمہ: اگر وہ بڑھیا تیمار دار و غمگسار نہ ہوتی، کہ جس کی آنکھیں بادل کی طرح اور آنسو بارش کی طرح ہیں۔

شاعر نے بڑھیا کی آنکھوں کو بادل اور آنسوؤں کو بارش سے تشبیہ دیتے ہوئے تصاویر بنائی ہیں۔

چشمم زخون بہ سرخی چون چشمِ بادہ خوار　　　رُویم زغم بہ زردی چون رُوی پارسا (ایضا)

ترجمہ: میری آنکھیں کسی بادہ خوار کی طرح لہو سے لال اور میرا چہرہ کسی عبادت گزار و پارسا کی طرح غم واندوہ سے پیلا پڑ گیا۔ (تشبیہات)

شاعر قید و بند میں اپنی خستہ حالی اور کسمپرسی کا تذکرہ دل کو چھو لینے والے انداز میں کرتا ہے، اور یوں گویا ہوتا ہے کہ اس کی آنکھیں آنسوؤں کی برسات سے کسی شرابی کی آنکھوں کی طرح سرخ اور چہرہ زمانے کے دکھوں کو برداشت کرتے کرتے کسی پارسا کے چہرے کی طرح زرد پڑ گیا ہے۔ میں شاعر نے قید میں اپنی خستہ خالی کا نقشہ کھینچا ہے۔

چہرہ ی سیب سرخ گونہ چرا ست؟　　　رُوی زوارِ خواجہ منصور است! (ایضاً)

ترجمہ: سیب کا چہرہ سرخی مائل کیوں ہے؟ چونکہ خواجہ منصور کے غمگسار کا چہرہ ہے!

چہرۂ سیب: استعارہ مکنیہ، تجسیم؛ شاعر ایک بار پھر سیب کو انسان کا چہرہ قرار دیتے ہوئے تجسیم، حسن تعلیل اور صنعت تلمیح کو استعمال کرتے ہوئے دلکش تصویر قاری کے روبرو مجسم کر دیتا ہے۔

رُخِ عدوت زَرانَدود گشت از پی آنک　　　مُرکب است حسامت ز آتش و سیماب (ایضاً)

ترجمہ: تمہارے دشمن کا چہرہ سونے کی طرح پیلا پڑ گیا، چونکہ تیری تیز دھار تلوار آتش و سیماب یعنی آگ اور پارے میں ڈھلی ہے۔

مسعود سعد اپنے ممدوح کی شان میں مبالغے کی انتہا کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تیرا دشمن تیرا سامنا کرنے سے گریز کرتا ہے، اور اگر ایسا کرنا ناگزیر ہو تو تیرے گھوڑے کی ہیبت اور تیری آتش و سیماب میں

ڈھلی تلوار کے خوف سے اس کا چہرہ پیلا پڑ جاتا ہے۔ چہرے کا پیلا پڑ جانا خوف زدہ ہونے کے لیے بطور کنایہ استعمال ہوا ہے۔

از دو دیدہ دو جوی بگشادم   بر دو رُخ زعفران ہمی کارم (ایضاً)

ترجمہ: میں نے دونوں آنکھوں سے دو ندیاں جاری کر دیں، اور دونوں رخساروں پر زعفران کاشت کر دیے۔

شاعر نے اپنے غم واندوہ کی بھرپور عکاسی کی ہے کہ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دو ندیاں بہہ رہی ہیں اور دونوں گال زعفران کی طرح زرد ہو گئے ہیں۔ شاعر نے دو تصاویر اور دو کنایات کی مدد سے اپنے قلبی جذبات و احساسات ظاہر کیے ہیں۔ "از دو دیدہ دو جوی گشادن" زار و قطار آنسو بہانے اور درد و کرب کی انتہا کے لیے کنایہ ہے، اور اسی طرح "بر دو رخ زعفران کاشتن" چہرے کی زردی، کسمپرسی اور بے چارگی کے اظہار کے لیے بطور کنایہ استعمال ہوا ہے۔

سخت نالان چُو ناقہ ی معلول   زار و گریان چُو عاشقِ مہجور (ایضاً)

ترجمہ: کسی بیمار اور معذور اونٹنی کی طرح سخت نالاں، کسی ہجر کے مارے عاشق کی طرح سخت گریاں۔

دونوں تصاویر تشبیہات کی مدد سے بنائی گئی ہیں۔ شدت غم کا بیان نہایت متاثر کن اور دلدوز ہے۔

رُویِ او ہمچو گُل ہمی خندد   چشمِ من ہمچو اَبر می بارد (ایضاً)

ترجمہ: اس کا چہرہ پھول کی طرح مسکراتا ہے، میری آنکھ بادل کی طرح برستی ہے۔

ہمارا شاعر اپنے ممدوح کے چہرے کی ہنسی کا موازنہ پھول کے کھلنے اور اپنی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کا مقایسہ بادل کے برسنے سے کرتا ہے۔ یہاں بھی دونوں تصاویر تشبیہات کی مدد سے تخلیق کی گئی ہیں۔

اَزچہ سخت آبلہ زدہ ست چنار   کہ بہ خلقت نہ سخت مَحرور است (ایضاً)

ترجمہ: چنار کو کس بنا پر اس قدر آبلے پڑ گئے ہیں کہ اپنی خلقت میں اس قدر گرم مزاج تو نہیں ہے۔

شاعر نے ایک بار پھر چنار کے درخت کو انسان شمار کرتے ہوئے خوبصورت منظر تخلیق کیا ہے اور لفظوں سے بنی اور احساس میں ڈھلی ایک تصویر ہمارے روبرو مجسم ہو جاتی ہے۔ یہاں تجسیم کا استعمال بھی ہے اور حسن تعلیل کی مثال بھی۔

شیدا شدہ ام چرا ہمی نہ نہی   زنجیرِ دو زلف بر منِ شیدا (ایضاً)

ترجمہ: میں دیوانہ ہو چکا ہوں، مجھ دیوانے کو دو زلفوں کی زنجیر سے اسیر کیوں نہیں کر لیتے۔

شاعر نے زلف کو زنجیر سے تشبیہ دی ہے، جو عامیانہ ہونے کے باوجود دلکش ہے۔ (زنجیر دو زلف: اضافہ تشبیہی، تشبیہ بلیغ)

زِ گرمی چُو نیلم شدہ رُوی و دَست   زِ خشکی چو زَہر م شدہ حلق و کام (ایضاً)

ترجمہ: گرمی سے چہرہ اور ہاتھ نیلے پڑ گئے اور خشکی سے حلق اور گلا زہر بن چکے ہیں۔

یہاں بھی تشبیہ کے جملہ ارکان (روی و دست: مشبہ، نیلم: مشبہ بہ، گرمی: وجہ شبہ اور چو: ادات تشبیہ؛ اسی طرح حلق و کام: مشبہ، زہر: مشبہ بہ، خشکی: وجہ شبہ، اور چو: ادات تشبیہ) مذکور ہیں، اور شاعر نے اپنی کیفیات کے اظہار کے لیے نہایت موثر اور دلکش تصاویر تخلیق کی ہیں۔

چون بُلبُل داری ام برای رازی   چون گُل کہ نبویی ام بُرون اندازی
شمعم کہ چُو بر فروزی ام بگدازی   چنگم کہ زِ بہرِ زدنم بنوازی (ایضاً)

ترجمہ: تم مجھے بلبل کی طرح راز کے لیے رکھتے ہو، پھول کی طرح کہ جسے نہیں سونگھتے تو باہر پھینک دیتے ہو، میں وہ شمع ہوں کہ جسے روشن کرتے ہو تو پگھلا دیتے ہو، میں وہ رباب ہوں کہ جسے ضرب لگانے ہی کے لیے بجاتے ہو۔

مذکورہ رباعی ہی کو دیکھیے کہ شاعر نے چار مصرعوں میں چار ہی مختلف تشبیہات کا سہارا لیتے ہوئے، اتنی ہی نادر تصاویر تخلیق کی ہیں، جو اس کی کیفیات کی بہترین عکاس ہیں۔ ممدوح کے لیے شاعر محض ایک ایسا بلبل ہے جس کے روبرو کوئی بھی راز، رازداری کے یقین کے ساتھ بیان کیا جا سکتا ہے۔ شاعر ایک ایسا پھول ہے کہ جس کی خوشبو مشام جاں کو معطر کرتی ہے لیکن جونہی اس کی خوشبو کو سونگھنے کی خواہش ماند پڑتی ہے، تو اسے اٹھا کر باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ شاعر ایک ایسی شمع ہے، جسے اس کا ممدوح تاریکی میں روشنی کے حصول کے لیے استعمال کرتا ہے، یہ شمع ہر لمحہ روشنی پھیلاتی لیکن ہر دم پگھلتی اور ہر لحظہ اپنی جان سے گزرتی چلی جاتی ہے۔ شاعر وہ ساز ہے جسے جب بھی ضرب لگائی جاتی ہے، اس میں سے نغمے ہی پھوٹتے ہیں۔

عقل را ہر چہ در منظوم است   زیرِ پای ثناش منثور است (ایضاً)

ترجمہ: عقل و دانش کے لیے جو کچھ بھی نظم و قاعدے میں ہے، اس کی ثنا و ستائش کے قدموں تلے بے ترتیب اور بکھری ہوئی ہے۔

عقل: تجسیم؛ پائے ثنا: استعارہ مکنیہ، تجسیم؛ منظوم و منثور: صنعت تضاد؛ زیر پای ثنا منثور بودن: کنایہ ہنری، تصویر)

آن سرو کہ نیستش کسی ہمسَر   وان ماہ کہ نیستش کسی ہمتا (ایضاً)

ترجمہ: وہ سرو کہ جس کا کوئی ہمسر نہیں، وہ چاند کہ جس کا کوئی ہمتا نہیں ہے۔

شاعر نے ممدوح کی دلکشی و دلربائی کو بیان کرنے کے لیے سرو اور ماہ کے استعارے استعمال کیے ہیں۔

گر ندیدہ ست جامِ می نرگس   چون گہی مست و گاہ مخمور است (ایضاً)

ترجمہ: اگر نرگس نے جام بادہ کو نہیں دیکھ رکھا تو پھر کیوں کبھی مست اور کبھی مخمور ہے۔

تجسیم کا دلکش استعمال گویا مسعود سعد سلمان کی شاعری کا خاصہ بلکہ طرۂ امتیاز ہے۔ "گل نرگس" جسے شعرا نے بالعموم آنکھ سے تشبیہ دی یا اسے آنکھ ہی کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا ہے، اس کے ہاں تجسیم کی صورت میں جلوہ گر ہوا ہے۔

فرقت آبِ حوض و وصلتِ برف　　　　این و آن را چو شیوَن و سور است (ایضاً)

ترجمہ: حوض میں فراقِ آب اور وصالِ برف کے سبب کہیں نالہ وزاری اور کہیں عیش و سرور ہے۔

"فرقت آب حوض" اور "وصلت برف" تازہ و دلنشیں تراکیب ہیں، شاعر نے آب و برف کو انسان قرار دیتے ہوئے دلکش تصاویر تخلیق کی ہیں۔

چشم چشمہ چرا نگیرد آب

کہ ہمہ روی دشت کافور است (ایضاً)

ترجمہ: چشمے کی آنکھیں کیوں آنسوؤں سے بھر نہ آئیں کہ دشت کا چہرہ کافور ہو چکا ہے۔

"چشم چشمہ"، اضافہ استعاری، استعارہ مکنیہ اور اسی طرح "روی دشت"، اضافہ استعاری، استعارہ مکنیہ؛ تازہ، نادر اور دلکش تراکیب کی مدد سے خوبصورت لفظی تصاویر تخلیق کی گئی ہیں۔

ہمہ شب خوش چرا ہمی خندد؟　　　　اگر از نورِ ماہ مہجور است (ایضاً)

ترجمہ: رات بھر کیوں خوشی سے مسکراتا ہے؟ اگر چاند، روشنی سے حالت فراق میں ہے۔

شاعر چاند اور نور دونوں ہی کو انسان قرار دیتے ہوئے دلکش تصویر بناتا ہے، جو تجسیم ہی عمدہ مثال بھی ہے اور حسن تعلیل کی بھی، کنایہ بھی ہے اور تصویر سازی بھی۔

کلکِ او شد کلیدِ غیب کز و　　　　رازہایِ فلک نہ مستور است (ایضاً)

ترجمہ: اس کا قلم غیب کی چابی بن گیا کہ جس سے آسمان کے راز بھی پنہاں نہیں ہیں۔

کلک کو غیب کی چابی سے تشبیہ دی گئی ہے؛ جبکہ کلید غیب: اضافہ تشبیہی، تشبیہ بلیغ؛ رازہائے فلک: استعارہ مصرحہ یعنی تقدیر کا لکھا: دلکش اور معنی خیز تصویر۔

کان زَر است و می فشاند دُر　　　　گاہ گنج است و گاہ گنجور است (ایضاً)

ترجمہ: (اس کا قلم) سونے کی کان ہے اور موتی بکھیرتا ہے، کبھی خزانہ ہے اور کبھی خزانہ دار۔

قلم کو سونے کی کان سے تشبیہ دی گئی جو دُر افشانی کرتا ہے (تصویر)، اور بعد ازاں اسے گنج اور گنجور سے بھی تشبیہ دی گئی ہے۔ (تصویر)

زان کہ فکرِ من از مدیحت او　　　　نہر جاری و بحر مسجور است (ایضاً)

ترجمہ: اس لیے کہ تمہاری ستائش کے سبب میری سوچ ایک بہتی ہوئی نہر اور پانی سے لبالب سمندر ہے۔

یعنی یہ ممدوح ہی کا کمال ہے کہ اس کی ستائش کی برکت سے شاعر کی طبع سخن رواں ہے، جسے سوچ اور افکار کو بہتی ہوئی نہر اور لبریز سمندر سے تشبیہ دی گئی ہے۔(تصویر)

دلِ من کورہ ای است پُر آتش   کہ تنَم در غمِ تہِ گور است (ایضاً)

ترجمہ: میرا دل آگ سے بھری ایک بھٹی ہے کہ میرا بدن قبر کے گہرے غم میں ہے۔

شاعر نے دل کو آتشگاہ سے تشبیہ دی ہے اور اپنے جسم کو غم واندوہ کی گہری قبر میں غرق قرار دیتے ہوئے مصائب و آلام سے گزرنے کی دردناک تصویر قارئین کے روبرو مجسم کر دی ہے۔

غمِ آن نرگسِ مخمور مخور، گو، نخورم   ہوسِ آن گُلِ پُربار مکن، گو، نکنم (ایضاً)

ترجمہ: اس نرگس مخمور کا غم نہ کرو، چلو، نہیں کرتا؛ اس گل پُربار کی ہوس نہ کرو، چلو نہیں کرتا۔

اس شعر میں شاعر نے نرگس کو محبوب کی آنکھوں کے لیے استعارے کے طور پر استعمال کیا ہے۔ کیونکہ نرگس کے پھول اور آنکھ کی ہیت ملتی جلتی ہے۔ پھر دوسرے مصرے میں پھول کو محبوب کے لیے استعارے کے طور پر استعمال کرتا ہے کیونکہ شاعر کا محبوب پھول کی طرح خوبصورت ہے۔

اَز زمانہ نکردہ ام گلہ ای   تا بدانستہ ام کہ مجبور است (ایضاً)

ترجمہ: میں نے تو کبھی زمانے سے بھی شکوہ نہیں کیا ہے، چونکہ جانتا ہوں کہ وہ تو مجبور ہے۔

کم و بیش سبھی شعرا اپنی بد نصیبی کا باعث کبھی تو جور جفائے زمانہ کو گردانتے ہیں اور کبھی فلک ستم پیشہ کا ذکر کرتے ہیں لیکن مسعود سعد کرب کی اس انتہا کو پہنچ چکا ہے کہ زمانے کی بے رُخی کی شکایت بھی نہیں کرتا چونکہ اسے بھی مجبور محض ہی سمجھتا ہے۔(تجسیم)

کنار جوی پُر از جام ہای یاقوت است   کہ شد بہ جوی درون رنگ آب چون صہبا (ایضاً)

ترجمہ: ندی کا کنارہ جام ہائے یاقوت سے لبریز ہے کہ ندی کے اندر پانی کا رنگ سرخ شراب جیسا ہو گیا ہے۔

اس شعر میں بہار کے موسم میں ندی کے کنارے کا منظر بیان کیا گیا ہے۔ شاعر نے ندی کنارے شگفتہ سرخ پھولوں کے لیے یاقوت سے بھرے ہوئے جام کا استعارہ استعمال کیا ہے۔ جبکہ ندی کے پانی کو سرخ شراب سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ سرخ پھولوں کا عکس پانی کو بھی رنگین کر رہا ہے۔

چون چنین است پَس چرا ہمہ سال   روز من چون شبانِ دیجور است (ایضاً)

ترجمہ: پس اگر یوں ہی ہے تو پھر کیونکر سال بھر میرا دن راتوں کی طرح سیاہ و تاریک ہے۔

شاعر نے اپنے دن کو گھپ اندھیری رات سے تشبیہ دی ہے، جو دراصل تیرہ بختی اور بد نصیبی کا کنایہ بھی ہے۔

Oriental College Magazine, Century Number, Vol.100, No. 02-04,
Serial No. 376-378, 2025

تاپوشد زمین زِ سبزہ لباس   تابند د ہوا زِ اَبر نقاب (ایضاً)

ترجمہ: زمین نے سبزے کا لباس پہن لیا ہے، ہوا نے بادل کا نقاب اوڑھ لیا ہے۔

زمین کی سرسبزی و شادابی کے لیے لباسِ سبز کا استعارہ استعمال کیا گیا ہے، اور یہ کہ موسم نے بادلوں کے نقاب سے چہرہ چھپا لیا ہے۔ (تجسیم)

گر فصل چہار آمد ہر سال جہان را   پَس چون کہ ہمہ سال مرا فصلِ خزان است (ایضاً)

ترجمہ: اگر دنیا میں ہر سال چار موسم آتے ہیں، پس میرے لیے سارا سال خزاں کا موسم کیوں رہتا ہے؟!

خزاں کا موسم شاعر کی قید و بند کی صعوبتوں کی علامت ہے۔ بے بس و لاچار شاعر چار موسموں کا ذکر کرتے ہوئے اپنے دکھ کو بیان کرتا ہے کہ اس کی زندگی میں بہار کا کوئی گزر نہیں، اس کی زندگی میں پت جھڑ کے سوا کوئی موسم نہیں، کیونکہ اس رُت میں ہریالی ہوتی ہے نہ پھول، پتے بھی شاخوں سے جھڑ جاتے ہیں۔ پس شاعر کی زندگی بھی اس موسم کی طرح بے رنگ اور افسردہ ہے۔

ہوایِ گریان لولو فشاند بر صحرا   صبایِ پُویان شنگرف ریخت بر کہسار (ایضاً)

ترجمہ: گریہ کرتی ہوئی ہوا نے صحرا پر موتی بکھیر دیے، رواں دواں بادِ صبا نے پہاڑوں پر سندور انڈیل دیا۔

ہوائے گریان تجسیم بھی ہے اور بادل برسنے کا کنایہ بھی۔ شاعر بہار کے موسم کی تصویر کشی کرتا ہے کہ بہار کی بارش نے سرخ پھول کھلا دیے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ کسی نے پہاڑوں پر سندور انڈیل دیا ہو۔ شاعر نے لولو اور شنگرف جیسے استعارے استعمال کیے ہیں، کیونکہ دونوں کا رنگ سرخ ہے۔

نشگفت کہ چون فاختہ بنالم   زیرا کہ درین تنگ آشیانم (ایضاً)

ترجمہ: تعجب نہ کرو کہ میں فاختہ کی طرح نالاں ہوں، چونکہ میں اس تنگ نشیمن میں ہوں۔

تنگ آشیاں قید خانے کا استعارہ ہے، جبکہ شاعر خود کو ایک فاختہ سے بھی تشبیہ دیتا ہے۔ یہ بھی واضح ہے کہ فاختہ امن پسندی، بے گناہی اور معصومیت کی علامت سمجھی جاتی ہے۔

مختصر یہ ہے کہ تخیل شاعری کا جزو لاینفک ہے، جس کا استعمال شاعر کی استعداد اور ہنرمندی کی غمازی کرتا ہے۔۔ مسعود سعد سلمان نے اگرچہ طویل عرصہ تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور بالخصوص حبسیہ شاعری میں انمٹ نقوش چھوڑے، لیکن باوجود این ہمہ اس کے دردانگیز کلام میں دلکش تشبیہات، خوبصورت استعارات، اچھوتے کنایات اور خوبصورت تصاویر جابجا دکھائی دیتی ہیں جو اس کی ہنرمندی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) عمر شاہ، سید محمد، ہندوستان میں مسلمان فاتح و تاجدار، ۵۳

(۲) سندیلوی، شیخ احمد علی خان ہاشمی (۱۳۷۱ش) مخزن الغرایب، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۸۳۶

(۳) مسعود سلمان (۱۳۶۳ش) دیوان مقدمہ ناصر ہیری، انتشارات گلشایی، تہران، ۵۲۶

(۴) انوشہ، حسن (۱۳۷۴ش) دانشنامہ ادب فارسی در افغانستان، وزارت فرہنگ و ارشاد اسلامی ایران، تہران، ۹۴۴

(۵) دہخدا علی اکبر (۱۳۲۵ش) لغت نامہ دہخدا، ج ۲، موسسہ انتشارات و چاپ دانشگاہ، تہران، ۴۱۰

(۶) بہرام شاہ (۱۹۷۷)
The Later Ghaznavis, Clifford Edmund Bosworth. 99

(۷) عوفی، محمد (۱۳۶۱ش) تذکرہ لباب الالباب، کتاب فروشی فخر رازی، تہران، ۳۳۷

(۸) انوشہ، حسن (۱۳۷۴ش) دانشنامہ ادب فارسی در افغانستان، وزارت فرہنگ و ارشاد اسلامی ایران، تہران، ۹۴۶

(۹) ریپکا، جان (۱۹۶۸)
History of Iranian Literature, Reidel Publishing Company, Holland, 197

(۱۰) شرما، سنیل (۲۰۰۰)
Persian Poetry At The Indian Frontier Masud Sa'd Salman Of Lahore, Published by Permanent Black, Delhi, India, 78

(۱۱) فرشید ورد، خسرو (۱۳۷۳ش) درباره ادبیات و نقد ادبی، ج اول، موسسہ انتشارات امیر کبیر، تہران، ۳۰۵

(۱۲) یمین خان لاہوری (۱۹۷۱) تاریخ شعر و س، خنواران فارسی در لاہور، ناشر غلام علی، لاہور، ۷۹

(۱۳) فرشید ورد، خسرو (۱۳۷۳ش) درباره ادبیات و نقد ادبی، ج اول، موسسہ انتشارات امیر کبیر، تہران، ۳۱۲

(۱۴) زرین کوب، عبدالحسین (۱۳۵۸ش) با کاروان حلہ، انتشارات علمی، تہران، ۱۱۸

(۱۵) تمیم دارای، احمد (۱۳۷۹ش) کتاب ایران، انتشارات مرکز مطالعات فرہنگی بین المللی، تہران، ۹۷

(۱۶) مسعود سلمان (۱۳۶۳ش) دیوان مقدمہ ناصر ہیری، انتشارات گلشایی، تہران، ۵، ۴، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۳۲، ۳۹، ۵۸، ۱۴۵، ۱۴۹، ۲۴۴، ۲۶۵، ۲۹۰، ۳۲۷، ۳۲۸ ۳۳۰، ۳۵۴، ۴۲۰، ۴۷۵، ۶۴۲، ۶۷۱، ۷۲۳

❖❖❖